قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

منگل 19 جنوری 2021ء | 05 جمادی الثانی 1442ہجری قمری | جلد:13 | شمارہ:16

فرمانِ رسول ﷺ

ایساز کی انسان کوئی غلط بات نہیں کرسکتا

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ جب واپس آئے تو کسی نے کہا تیرے دوست نے یہ دعویٰ کیا ہے۔ وہ سیدھے آنحضرت ﷺ کے پاس گئے۔ ان سے پوچھا کہ آپؐ نے یہ دعویٰ کیا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے اس کی تفصیل بتانے کی کوشش کی کہ یہ تعلیم اتری ہے۔حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی کہ مجھے تعلیم، حکمت اور دلیل نہیں چاہئے۔ میں تو آپؐ کو بچپن سے جانتا ہوں۔ ایساز کی انسان کوئی غلط بات نہیں کرسکتا۔

(شرح العلامة الزرقانی علی المواهب اللدنیه جلد اول صفحه ۴۴۹ ذکر اول من آمن بالله ورسوله دارلکتب العلمیة بیروت طبع اول ۱۹۹۶)

(بحوالہ خطبہ جمعہ یکم فروری 2008)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

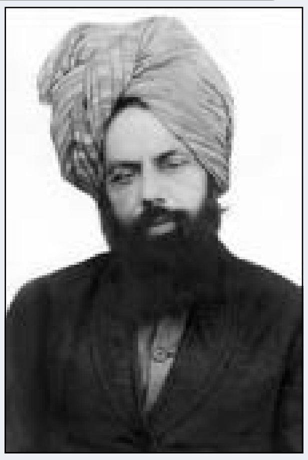

بیّن الحقیقت اور ظاہر الوجود باتوں کو مان لینا ایمان نہیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

فلسفیوں کا طریقہ انبیاء علیہم السلام کے طریقہ سے بہت مختلف ہے نبیوں کے طریق کا اصلِ اعظم یہ ہے کہ ایمان کا ثواب تب مترتب اور بارور ہو گا کہ جب غیب کی باتوں کو غیب ہی کی صورت میں قبول کیا جائے اور ظاہری حواس کی کھلی کھلی شہادتیں یا دلائل ہندسیہ کے یقینی اور قطعی ثبوت طلب نہ کئے جائیں کیونکہ تمام و کمال مدار ثواب اور استحقاقِ قرب و توصل الٰہی کا تقویٰ پر ہے اور تقویٰ کی حقیقت وہی شخص اپنے اندر رکھتا ہے جو افراط آمیز تفتیشوں اور لمبے چوڑے انکاروں اور ہر ہر جزئی کی موشگافی سے اپنے تئیں بچاتا ہے اور صرف دور اندیشی کے طور سے ایک راہ کی سچائی کا دوسری راہوں پر غلبہ اور رجحان دیکھ کر بحسن ظن قبول کر لیتا ہے۔ اسی بات کا نام ایمان ہے اور اسی ایمان پر فیوض الٰہی کا دروازہ کھلتا ہے اور دنیا و آخرت میں سعادتیں حاصل ہوتی ہیں جب کوئی نیک بندہ ایمان پر محکم قدم مارتا ہے اور پھر دعا اور نماز اور فکر اور نظر سے اپنی حالت علمی میں ترقی چاہتا ہے تو خدائے تعالیٰ خود اس کا متولی ہو کر اور آپ اس کا ہاتھ پکڑ کر درجہ ایمان سے درجۂ عین الیقین تک اس کو پہنچا دیتا ہے۔

(سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد 2 حاشیہ صفحہ 84-85)

ارشادِ باری تعالیٰ

اَلَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ وَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ

(البقرہ:4)

ترجمہ: جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم انہیں رزق دیتے ہیں اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

فرمانِ خلیفۂ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

ہدایت کے راستوں کو پانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلا قدم جو رکھا ہے وہ ایمان بالغیب ہے، اور یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ یہ ایمان بالغیب ہی ہے جو ایمان میں ترقی کا باعث بنتا ہے۔ اور یہ ایمان میں ترقی ہدایت کے ان راستوں کی طرف لے جاتی ہے جو خدا تعالیٰ کے پانے کے راستے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی تعلیم کو سمجھنے کے راستے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق میں بڑھنے کے راستے ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ اس کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

’’متقی کی حالت میں چونکہ رؤیتِ باری تعالیٰ اور مکالمات و مکاشفات کے مراتب حاصل نہیں ہوتے ہیں اس لئے اس کو اول ایمان بالغیب ہی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور وہ تکلّف کے طور پر ایمانی درجہ ہوتا ہے کیونکہ قرائن قویہ کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لاتا ہے جو بین الشک والیقین ہوتا ہے‘‘ (کہ شک اور یقین کے درمیان یہ چیزیں ہوتی ہیں)۔

فرمایا کہ ’’…متقی اللہ تعالیٰ کو مان لیتا ہے اور اس پر ایمان لاتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ‘‘۔ فرمایا کہ ’’یہ مت سمجھو کہ یہ ادنیٰ درجہ ہے یا اس کا مرتبہ کم ہے‘‘۔ پھر فرماتے ہیں ’’یہ ایمان بالغیب متقی کے پہلے درجہ کی حالت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی وقعت رکھتی ہے۔ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا کہ جانتے ہو کہ سب سے بڑھ کر ایمان کس کا ہے؟ صحابہ نے عرض کی کہ حضور آپؐ کا ہی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میرا کس طرح ہو سکتا ہے، مَیں تو ہر روز جبریل کو دیکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے نشانات کو ہر وقت دیکھتا ہوں۔ پھر صحابہ نے عرض کی کہ کیا ہمارا ایمان؟ پھر آپؐ نے فرمایا کہ تمہارا ایمان کس طرح؟ تم بھی تو نشانات دیکھتے ہو۔ آخر خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ صدہا سال کے میرے بعد آئیں گے ان کا ایمان عجیب ہے کیونکہ وہ کوئی بھی ایسا نشان نہیں دیکھتے جیسے تم دیکھتے ہو مگر پھر بھی اللہ

بقیہ صفحہ 7 پر

اس شمارہ میں

- کشکول میں بھر دے جو مرے دل میں بھرا ہے (منظوم)
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہر علم النفس کی حیثیت میں
- بنیادی مسائل کے جوابات
- جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است

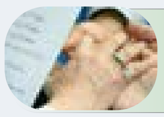

دربارِ خلافت

غصے پر قابو رکھنا چاہئے اور صبر کرنا چاہئے۔ کیونکہ خدا کو یہی پسند ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

ان لوگوں کے لئے جو ذرا ذرا سی بات پر بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہیں، ان کے لئے انذار بھی ہے کہ اگر تم بے صبری کا مظاہرہ کروگے، جزع فزع کروگے تو اپنی خطائیں معاف کروانے کے موقع کو ضائع کر رہے ہوگے۔ دوسری طرف صبر کرنے والوں کے لئے کتنی بڑی خوشخبری ہے کہ ہلکی سی بھی تکلیف پر صبر کرنے والے کے صبر کو اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا، بغیر اجر دیئے نہیں جانے دیتا۔ اور خطائیں اور غلطیاں معاف فرماتا ہے۔ بعض لوگ بعض دفعہ کسی سے کوئی معمولی سی بات سن کر جھگڑے شروع کر دیتے ہیں۔ بعض دفعہ اس طرح بھی شکایات آ جاتی ہیں کہ اجلاسوں میں بیٹھے ہوئے تُو تُو مَیں مَیں اور پھر لڑائی شروع ہو جاتی ہے اور اس اجلاس کے ماحول کے تقدس کو بھی خراب کر رہے ہوتے ہیں۔ حوصلہ اور صبر ذرا بھی نہیں ہوتا جبکہ مومن کے لئے بڑا سخت حکم ہے کہ صبر دکھاؤ، حوصلہ دکھاؤ، پھر ہمسائے ہیں، ہمسائے نے اگر کوئی بات کہہ دی تو اس سے ذرا سی بات پر لڑائی شروع ہوگئی۔ یہاں سے اینٹ اٹھا کے وہاں کیوں رکھ دی، وہاں کوئی پتھر کیوں رکھ دیا گیٹ کیوں کھلا رہ گیا۔ کار کیوں میرے گھر کے گیٹ کے سامنے آ گئی۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جو لڑائی جھگڑے پیدا کر رہی ہوتی ہیں اور دونوں ہمسائے پھر ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے، لڑنے کے مختلف حیلے بہانے تلاش کرتے رہتے ہیں اور انتہائی چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائیاں ہوتی ہیں۔ بعض دفعہ یہ بھی ہوتا ہے کہ مکان کی دیوار بنائی ہے۔ تمہاری دیوار میری زمین میں چند انچ سے بھی زائد آ گئی ہے۔ خالی کرو، یا تمہارے درخت کے پتے میرے گھر میں گرتے ہیں اس درخت کو وہاں سے کاٹو تو ان چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے قضاء میں مقدمے بھی چل رہے ہوتے ہیں۔ جو میں باتیں کر رہا ہوں یہ عملاً ایسا ہوتا ہے۔ شرم آتی ہے ایسی باتیں سن کر اور یہ باتیں پاکستان اور ہندوستان وغیرہ میں نہیں ہوتیں بلکہ اس طرح ہر جگہ ہو رہا ہے، یہاں بھی ان چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے بعض دفعہ لڑائی جھگڑے بڑھ رہے ہوتے ہیں۔ ہمسائے کو کچھ تعمیر نہیں کرنے دے رہے ہوتے حالانکہ دوسرے ہمسائے کا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ ذرا ذرا سی بات پہ شکایتیں ہو رہی ہوتی ہیں۔ تو احمدی کا یہ فرض ہے کہ اگر کوئی ایسی حرکت کرتا بھی ہے تو اس کو معاف کرنا چاہئے۔ اور غصے پر قابو رکھنا چاہئے اور صبر کرنا چاہئے۔ کیونکہ خدا کو یہی پسند ہے۔

حضرت حسنؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہنے والا قطرہ خون اور رات کے وقت تہجد میں خشیت باری تعالیٰ کے نتیجے میں آنکھ سے ٹپکنے والے قطرے سے زیادہ کوئی قطرہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ اور نہ ہی اللہ کو کوئی گھونٹ غم کے اس گھونٹ سے زیادہ پسند ہے جو انسان صبر کرکے پیتا ہے اور اسی طرح اللہ کو غصے کے گھونٹ سے زیادہ کوئی گھونٹ پسند نہیں جو غصہ دبانے کے نتیجہ میں وہ پیتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ جلد ۷ صفحہ ۸۸)

پھر ایک روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص پڑوسی کی شکایت لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آنحضورؐ نے اس کو فرمایا کہ جاؤ اور صبر کر۔ یہ شخص دو یا تین بار حضورؐ کی خدمت میں شکایت لے کر آیا تو پھر آنحضرت ﷺ نے اس کو فرمایا کہ جاؤ اور اپنا مال و متاع باہر رکھ دے یعنی اپنے گھر کا سامان سڑک پہ لے آ۔ چنانچہ اس نے اپنا مال راستے میں رکھ دیا۔ اس پر لوگوں نے اس کے بارے میں پوچھا کہ تم اس طرح کیوں کر رہے ہو تو ان کو بتاتا رہا کہ کس وجہ سے کر رہا ہوں۔ تب لوگوں نے اس ہمسائے پر لعنت ملامت کی اور کہنے لگے اللہ اس سے یوں کرے یوں کرے وغیرہ وغیرہ۔ اس پر اس کا ہمسایہ اس کے پاس آیا اور کہنے لگا تو اپنے گھر میں واپس چلا جا۔ اب تو مجھ سے کوئی ناپسندیدہ بات نہیں دیکھے گا۔ (ابو داؤد کتاب الادب باب حق الجوار)۔ تو یہاں بھی صبر کی وجہ سے ہی معاملہ حل ہو گیا۔

حضرت کبشہ انماریؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تین چیزوں کے بارے میں میں قسم کھا کے بتاتا ہوں کہ انہیں اچھی طرح یاد رکھو، صدقہ بندے کے مال میں سے کچھ بھی کمی نہیں کرتا۔ جب بندے پر ظلم کیا جائے اور وہ صبر سے کام لے تو اللہ تعالیٰ اسے اور عزت بخشتا ہے۔ پہلی بات یہ کہ صدقہ دو کیونکہ صدقے سے مال میں کمی نہیں ہوتی بلکہ اضافہ ہوتا ہے اور جب کسی پہ ظلم کیا جائے اور وہ صبر سے کام لے تو اللہ تعالیٰ اسے عزت بخشتا ہے اور تیسری بات یہ کہ جس نے سوال کرنے کا دروازہ کھولا اللہ تعالیٰ اس کے لئے فقر اور محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

(ترمذی کتاب الزھد باب مثل الدنیا مثلُ اربعۃ نفرٍ)

(خطبہ جمعہ 13/ فروری 2004ء بحوالہ الاسلام)

کشکول میں بھر دے جو مرے دل میں بھرا ہے

جو درد سسکتے ہوئے حرفوں میں ڈھلا ہے
شاید کہ یہ آغوشِ جدائی میں پلا ہے
غم دے کے کسے فکر مریضِ شبِ غم ہے
یہ کون ہے جو درد میں رس گھول رہا ہے
یہ کس نے مرے درد کو جینے کی طلب دی
دل کس کے لئے عمرِ خضر مانگ رہا ہے
ہر روز نئے فکر ہیں ، ہر شب ہیں نئے غم
یا ربّ یہ مرا دل ہے کہ مہمان سرا ہے
ہیں کس کے بدن دیس میں پابندِ سلاسل
پردیس میں اک رُوح گرفتارِ بلا ہے
کیا تم کو خبر ہے رہ مولا کے اسیرو!
تم سے مجھے اک رشتۂ جاں سب سے سوا ہے
آ جاتے ہو کرتے ہو ملاقات شب و روز
یہ سلسلۂ ربط ِبہم صبح و مسا ہے
اے تنگئ زنداں کے ستائے ہوئے مہمان
وا چشم ہے ، دل باز ، درِ سینہ کھلا ہے
تم نے مری جلوت میں نئے رنگ بھرے ہیں
تم نے مری تنہائیوں میں ساتھ دیا ہے
تم چاندنی راتوں میں مرے پاس رہے ہو
تم سے ہی مری نقرئی صبحوں میں ضیا ہے
کس دن مجھے تم یاد نہیں آئے مگر آج
کیا روزِ قیامت ہے! کہ اک حشر بپا ہے
یادوں کے مسافر ہو تمناؤں کے پیکر
بھر دیتے ہو دل، پھر بھی وہی ایک خلا ہے
سینے سے لگا لینے کی حسرت نہیں مٹتی
پہلو میں بٹھانے کی تڑپ حد سے سوا ہے
یا ربّ! یہ گدا تیرے ہی در کا ہے سوالی
جو دان ملا تیری ہی چوکھٹ سے ملا ہے
گم گشتہ اسیرانِ رہِ مولا کی خاطر
مدت سے فقیر ایک دعا مانگ رہا ہے
جس رہ میں وہ کھوئے گئے اُس رہ پہ گدا ایک
کشکول لئے چلتا ہے لب پہ یہ صدا ہے
خیرات کر اَب اِن کی رہائی مرے آقا!
کشکول میں بھر دے جو مرے دل میں بھرا ہے
میں تجھ سے نہ مانگوں تو نہ مانگوں گا کسی سے
میں تیرا ہوں ، تو میرا خدا ، میرا خدا ہے

جلسہ سالانہ یو کے ۱۹۹۱ء

کلام طاہر ایڈیشن 2004 صفحہ 63-64

تبرکات حضرت مرزا بشیر احمد صاحب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہر علم النفس کی حیثیّت میں

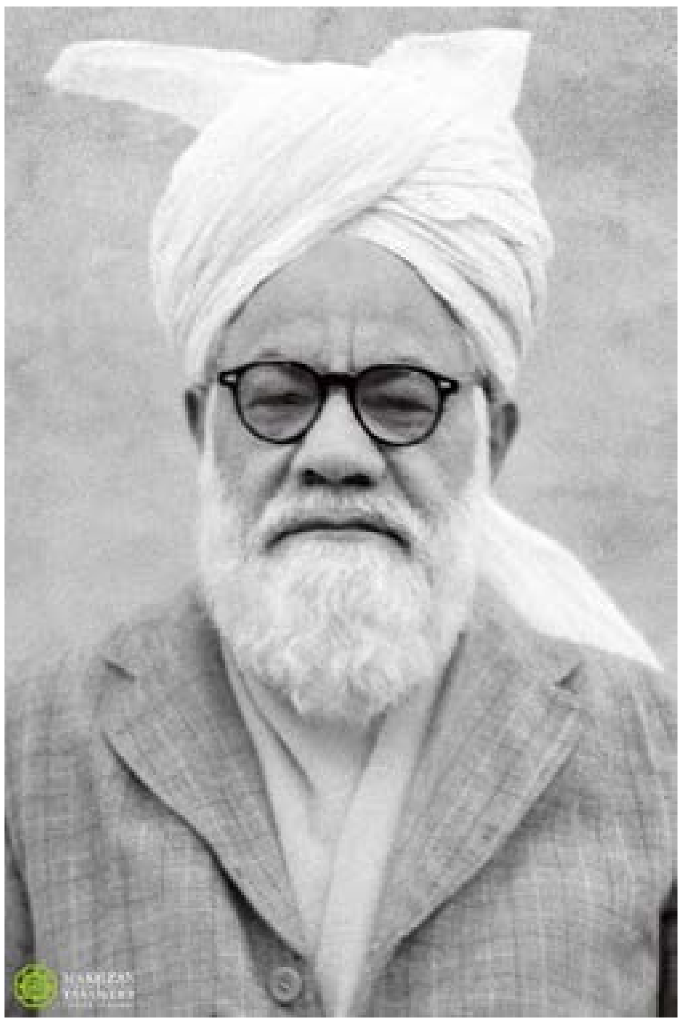

انبیاء کا ایک نمایاں امتیاز

دنیا میں بہت لوگ علم النفس کے ماہر گزرے ہیں اور آج کل تو یہ علم خصوصیت سے بہت ترقی کر گیا ہے لیکن غور سے دیکھا جائے تو اکثر لوگ جو اس علم کے عالم کہلاتے ہیں۔ ان کا علم صرف اصطلاحات کی واقفیت تک محدود ہوتا ہے اور اگر اصطلاحات کے علم سے اوپر گزر کر کبھی کسی کو حقیقی علم تک رسائی بھی ہوتی ہے تو وہ صرف اس فن کے علمی حصہ تک محدود رہتی ہے اور اس کا عملی حصہ جو حقیقۃً مقصود ہے اس فن کے اکثر ماہرین کے دائرہ حصول سے باہر رہتا ہے اور صرف علم النفس پر ہی مصر نہیں۔ دنیا میں بہت سے علوم اسی نامرادی کی حالت میں پائے جاتے ہیں کہ لوگوں کا مبلغ علم اصطلاحات کی حد سے آگے نہیں جاتا۔ اور جن صورتوں میں وہ آگے جاتا بھی ہے وہ صرف علمی پہلو تک محدود رہتا ہے۔ اور علوم کے عملی استعمال تک بہت ہی کم لوگ پہونچتے ہیں۔ منطق کے علم کو دیکھو تو ہزاروں لاکھوں اس علم کے ماہر نظر آئیں گے مگر ان کا علم اصطلاحات سے آگے نہیں جاتا اور ان کی عمرِ عزیز اصطلاحات کے رٹنے میں ہی صرف ہوجاتی ہے اور اس علم کا جو حقیقی مقصد ہے کہ جرح و تعدیل کا صحیح ملکہ پیدا ہوجائے اس سے اکثر لوگ محروم رہتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات منطقی لوگ اپنے دلائل میں زیادہ بودے اور سطحی پائے گئے ہیں کیونکہ اصطلاحات کی الجھن ان کے لئے حقیقت تک پہونچنے کے رستے میں روک بن جاتی ہے لیکن عام لوگوں کے مقابل پر اگر انبیاء کے حالات پر نظر ڈالی جائے تو یہ امتیاز نمایاں صورت میں نظر آتا ہے کہ ان کے جملہ علوم حقیقت پر مبنی ہوتے ہیں بلکہ وہ گو بعض اوقات علوم کی اصطلاحات سے بوجہ ظاہری تعلیم کی کمی کے واقف نہیں ہوتے مگر ہر علم جو اُن کے دائرہ کار سے تعلق رکھتا ہے اس کے اصل مقصد و مدعا یا بالفاظ دیگر اس علم کے گودے اور جوہر سے انہیں پوری پوری واقفیت ہوتی ہے اور ان سے بڑھ کر کوئی شخص ایسے علم کا عالم مل نہیں سکتا۔

انبیاء اور علم النفس

علم النفس بھی جو گویا انسان کے ذہنی اور قلبی تاثرات کا علم ہے انبیاء کے مخصوص علوم کا حصہ ہے کیونکہ تربیت اور اصلاح کے کام سے اس علم کو خاص تعلق ہے بلکہ حق یہ ہے کہ شریعت کی داغ بیل زیادہ تر اسی علم کی بناء پر قائم ہوتی ہے لیکن جیسا کہ قرآن شریف ہمیں بتاتا ہے اور حالات سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے انبیاء کے بھی مدارج ہیں اور جیسا جیسا کام کسی نبی کے سپرد ہونا ہوتا ہے۔ اسی کے مطابق اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے قوتیں دی جاتی اور علوم کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔

رسول کریم اور علم النفس

ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ خاتم النبیینؐ تھے اور بخلاف گزشتہ انبیاء کے ساری دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور آپؐ کا پیغام ہر اسود و احمر کے نام تھا۔ اور آپؐ کی شریعت ہر قوم اور ہر زمانہ کے لئے بھیجی گئی تھی۔ اس لئے طبعاً آپؐ کے اندر وہ قوتیں بھی ودیعت کی گئی تھیں اور وہ علوم آپؐ کو عطا ہوئے تھے جو اس عظیم الشان کام کے سرانجام دینے کے لئے ضروری تھے اور اس میں کسی نبی کی ہتک نہیں ہے کہ دوسرے انبیاء میں سے کسی کو وہ علوم نہیں دیئے گئے جو آپؐ کو دیئے گئے اور کوئی بھی ان قوتوں کو ساتھ لے کر نہیں آیا جنہیں لے کر آپؐ مبعوث ہوئے۔ اسی لئے آپؐ نے فرمایا ہے۔ أَنَاسَيِّدُ وَلَدِاٰدَمَ وَلَافَخَرَ میں آدمؑ کی اولاد کا سردار ہوں مگر اس کی وجہ سے میں اپنے نفس میں کوئی تکبر نہیں پاتا اور جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل الرسل تھے تو ضروری تھا کہ علم النفس میں بھی جس کا جاننا فرائض نبوت کی ادائیگی کے ساتھ گویا لازم وملزوم کے طور پر ہے۔ آپؐ سب سے اول اور سب سے آگے ہوں اور ہم دیکھتے ہیں کہ حقیقۃً ایسا ہی تھا چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا تعالیٰ نے تربیت اور اصلاح کا عظیم الشان اور عدیم المثال کام لینا تھا۔ اس لئے یہ علم آپؐ کے وجود میں اس طرح سرایت کئے ہوئے تھا جیسے ایک عمدہ اسفنج کا ٹکڑا پانی میں ڈبو کر نکالنے کے بعد پانی سے بھرا ہوا ہوتا ہے اور ایک قدرتی چشمے کے طور پر اس علم کی ابدی صداقتیں آپؐ سے پھوٹ پھوٹ بہتی تھیں۔ چونکہ میرے لئے اس مختصر مضمون میں اس موضوع کے سارے پہلوؤں کے بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے بلکہ کسی ایک پہلو کو بھی تفصیل کے ساتھ نہیں بیان کیا جاسکتا۔ اس لئے میں اس جگہ نہایت اختصار کے ساتھ صرف چند مثالیں آپؐ کے کلام میں سے بیان کروں گا جن سے یہ پتہ لگتا ہے کہ کس طرح آپؐ کی ہر بات علم النفس کے ابدی اصول کے سانچے میں ڈھلی ہوئی نکلتی تھی۔ اور زیادہ اختصار کے خیال سے میں آپؐ کے کلام میں سے بھی صرف اس حصہ کو لوں گا جو روزمرہ کی گفتگو اور بے ساختہ نکلی ہوئی باتوں سے تعلق رکھتا ہے۔

رسول کریمؐ کے کلام کا کمال

میں بتا چکا ہوں کہ عام زبان میں علم النفس اس علم کا نام ہے جو انسانی ذہن کی تشریح اور اس کے کام سے تعلق رکھتا ہے۔ اس علم میں ذہنی اور قلبی تاثرات سے بحث کی جاتی ہے۔ اور یہ بتایا جاتا ہے کہ انسان اپنے ماحول سے کس طرح اثر قبول کرتا ہے اور اس کے خیالات کی رَوئیں کس طرح اور کن اصول کے ماتحت چلتی ہیں۔ وغیرذالک۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں یہ کمال تھا کہ اس میں مخاطب فرد یا جماعت کی ذہنی کیفیت کا پورا پورا لحاظ رکھا جاتا تھا اور کسی فرد یا جماعت کے خیالات کی اصلاح کے لئے جو بہترین طریق ہوسکتا ہے اس کے مطابق آپؐ کی زبان مبارک گویا ہوتی تھی۔ اور اس لئے سوائے اس کے کہ مشیتِ ایزدی دوسری طرح ہو آپؐ کی ہر بات ایک آہنی میخ کی طرح سامع کے دل میں دھنس جاتی تھی اور آپؐ اپنے مخاطب کے خیالات کی رَو کو غلط رستے پر جاتا دیکھ کر یا یہ سمجھ کر کہ اس کے غلط رستے پر پڑنے کا احتمال ہے فوراً ایسی بات فرماتے تھے جو سامع کی ذہنی رَو کو کاٹ کر اس کا رُخ بدل دیتی تھی۔ ایسی مثالیں آپؐ کی زندگی میں ہزاروں ملتی ہیں بلکہ آپؐ کی ساری زندگی ہی اس کی مثال ہے۔ مگر میں اس جگہ بطور نمونہ صرف چند مثالیں بیان کر دینے پر اکتفا کروں گا۔ وما توفیقی الاباللّٰہ۔

جنگ بدر کے موقعہ کی مثال

جنگ بدر کے موقع پر جب کہ ابھی مسلمان لشکرِ کفار کے سامنے نہیں ہوئے تھے اور اکثر مسلمان اس بات سے بے خبر تھے کہ کفار کا ایک جرار لشکر مکہ سے نکل کر آرہا ہے۔ اور صرف اس خیال سے گھر سے نکلے تھے کہ قافلہ سے سامنا ہوگا۔ اس وقت بعض صحابہ نے کفار مکہ کا ایک سپاہی جو انہیں ایک چشمہ پر مل گیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پکڑ کر پیش کیا۔ آپؐ نے اس سے لشکرِ کفار کے متعلق بعض سوالات کئے اور پھر پوچھا کہ رؤساء مکہ میں سے کون کون ساتھ ہے۔ اس نے کہا عتبہ شیبہ امیہ۔ نظر بن حارث۔ عقبہ۔ ابوجہل۔ ابوالبختری۔ حکیم بن حزام وغیرہ سب ساتھ ہیں۔ یہ لوگ چونکہ قبیلہ قریش کے روح رواں تھے اور نہایت بہادر اور جری سپہ سالار سمجھے جاتے تھے ان کے نام سُن کر اور یہ معلوم کرکے کہ مکہ کے سارے نامی لوگ مسلمانوں کے استیصال کے لئے نکل آئے ہیں۔ بعض کمزور صحابہ کسی قدر گھبرائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو بے ساختہ فرمایا۔ ھذہ مکّۃ قد القت الیکم افلاذ کبدھا۔ لو مکہ نے تو تمہارے سامنے اپنے جگر گوشے نکال کر رکھ دیئے ہیں۔ یعنی تم خوش ہو کہ خدا نے تمہارے لئے اتنا بڑا شکار جمع کر دیا ہے۔ صحابہ کے خیالات کی رو فوراً پلٹا کھا گئی کہ یہ تو کوئی گھبرانے کا موقع نہیں

ہے بلکہ خدا نے اپنے وعدوں کے مطابق ان روساء کفار کو ہمارے ہاتھوں تباہ کرنے کے لئے یہاں جمع کر دیا ہے اور اس طرح وہی خبر جو کمزور طبیعت مسلمانوں کے لئے پریشانی اور خوف کا باعث بن سکتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک بے ساختہ نکلی ہوئی بات سے ان کے لئے خوشی اور تقویت کا باعث بن گئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فقرہ کسی غور وفکر کے نتیجہ میں نہیں فرمایا بلکہ ادھر آپؐ نے مکہ کے سپاہی کے مونہہ سے یہ الفاظ سنے اور صحابہ کے چہروں پر نظر ڈال کر گھبراہٹ کے آثار دیکھے اور اُدھر بے ساختہ طور پر آپؐ کے مونہہ سے یہ لفظ نکل گئے۔ جیسا کہ ایک تیر اپنی کمان کے چلّہ سے نکل جاتا ہے اور اس بات کے نتیجہ میں مسلمانوں کے خیالات کی رو پلٹا کھاکر فوراً اپنا رخ بدل گئی۔

فتح مکّہ کے موقعہ کی مثال

فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابوسفیان رئیس مکّہ کی دلداری منظور تھی۔ اور آپؐ نے اس کے ساتھ اس بارے میں بعض وعدے بھی فرمائے تھے۔ جب اسلامی لشکر نہایت درجہ شان وشوکت کے ساتھ اپنے پھریرے لہراتا ہوا مکہ کی طرف بڑھا اور ابوسفیان ایک اونچی جگہ پر بیٹھا ہوا اس تزک واحتشام کو دیکھ رہا تھا۔ تو اس کے سامنے سے گزرتے ہوئے حضرت سعد بن عبادہ رئیس انصار نے جو اپنے قبیلہ کے سردار اور علم بردار تھے ابوسفیان کو سُنا کر کہا کہ آج مکہ والوں کی ذلّت کا دن ہے۔ ابوسفیان کے دل میں یہ بات نشتر کی طرح لگی۔ اس نے فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا:-

’’آپؐ نے سنا سعد نے کیا کہا ہے۔ سعد کہتا ہے کہ آج مکّہ کی ذلّت کا دن ہے۔‘‘

آپؐ نے فرمایا:-

’’سعد نے غلط کہا۔ آج تو مکّہ کی عزت کا دن ہے۔ سعد سے سرداری کا جھنڈا لے کر اس کے بیٹے کے سپرد کر دیا جائے۔‘‘ ۲۲؎

یہ ایک بے ساختگی کا کلام تھا۔ مگر دیکھو تو اس میں علم النفس کی کتنی ابدی صداقتیں مخفی ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ مکہ والوں کی ذلّت کے فقرہ سے یہ سمجھا جاسکتا تھا کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں داخل ہوں تو مکہ والوں کی یہ ذلّت ہے حالانکہ مکہ خواہ مفتوح ہو جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے آرہا ہے۔ تو اس کی عزت ہی عزت ہے۔ اور پھر مکہ کا مقام ایسا ہے کہ اسے کسی صورت میں ذلّت سے منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ دوسرے سعد کے فقرہ سے اور اس فقرہ کے کہنے کے انداز سے مسلمانوں کے دلوں میں ابوسفیان کے متعلق تحقیر کے جذبات پیدا ہوسکتے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منشاء اس کی دلداری کرنا تھا۔ اس لئے آپؐ نے فوراً ابوسفیان کی شکایت پر سعد کو تنبیہ فرمائی۔ اور مسلمانوں کے خیالات کو غلط رستے پر پڑنے سے روک لیا۔ تیسرے آپؐ نے یہ دیکھتے ہوئے کہ سعد کے مونہہ سے یہ بات بے اختیار نکلی ہے اور جان بوجھ کر نہیں کہی گئی اور پھر یہ سوچتے ہوئے کہ سعد اپنے قبیلہ کا سردار ہے۔ حتی الوسع اس کی تحقیر بھی نہیں ہونی چاہیئے۔ یہ حکم تو دیا کہ اس کے ہاتھوں سے سرداری کا جھنڈا لے لیا جائے مگر ساتھ ہی یہ حکم دیا کہ یہ جھنڈا اس سے لے کر اس کے بیٹے کے سپرد کر دیا جائے تا کہ سعد کی بھی دلداری رہے اور کسی دوسرے کو بھی اس پر طعن کا موقع نہ پیدا ہو۔ غور کرو کہ ان مختصر سے الفاظ میں جو بے ساختہ آپؐ کے مونہہ سے نکلے، آپؐ کی نظر کہاں کہاں پہنچی۔ گویا ایک آن واحد میں آپؐ کے الفاظ نے کئی ذہنی دروازے جو نقصان دہ تھے، بند کر دیئے اور کئی ذہنی دروازے جو نفع مند تھے وہ کھول دیئے۔

غزوۂ حنین کے موقعہ کی مثال

غزوۂ حنین کے بعد جب غنائم کی تقسیم کا سوال پیدا ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ والوں کی تالیف قلب کے خیال سے انہیں زیادہ حصہ دیا۔ بعض جوشیلے اور کم فہم انصار کو اس پر شکایت پیدا ہوئی اور انہوں نے کہا کہ خون تو ہماری تلواروں سے ٹپک رہا ہے مگر انعام مکہ والے لے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات پہونچی تو آپؐ نے انصار کو ایک علیحدہ جگہ میں جمع کیا۔ اور ان سے کہا کہ مجھے ایسی ایسی خبر پہونچی ہے۔ کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہوسکتے کہ لوگ تو بھیڑ بکری اور اونٹ لئے جاتے ہیں مگر تمہارے ساتھ خدا کا رسول جارہا ہے۔ انصار کی بے اختیار چیخیں نکل گئیں اور روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم میں سے بعض نادان نوجوانوں کے مونہہ سے یہ فقرہ نکل گیا تھا۔ ہم خدا کے رسول کو لیتے ہیں۔ ہمیں دنیا کے اموال کی رغبت نہیں۔ آپؐ نے فرمایا:-

’’اے انصار کے گروہ۔ اب تم مجھے جنت میں حوضِ کوثر پر ہی ملنا۔‘‘

علم النفس کے ماتحت اس واقعہ کے پہلے حصہ کی تشریح واضح ہے۔ کسی نوٹ کی ضرورت نہیں مگر آپؐ کا آخری فقرہ کچھ تشریح چاہتا ہے۔ یہ ایک بہت سادہ اور صاف فقرہ ہے۔ مگر علم النفس کے سانچے میں کس طرح ڈھل کر نکلا ہے۔ آپؐ کا منشاء یہ تھا کہ تم میں سے بعض نے دنیا کا لالچ کیا ہے۔ اب اس کی پاداش میں تمہیں دنیا میں اس خدائی انعام سے محروم رہے گی جو دنیا کے انعاموں میں سب سے بڑا انعام ہے۔ یعنی حکومت وسلطنت۔ لیکن یہ نہ سمجھو کہ تمہارا اخلاص اور تمہاری قربانیاں رائگاں گئیں۔ بلکہ اس کے لئے تم مجھے آخرت میں حوضِ کوثر پر آکر ملنا۔ وہاں تم آخرت کے انعاموں سے مالامال کئے جاؤ گے۔ اور خدا تمہاری سب کسریں نکال دے گا مگر دنیا میں حکومت واقتدار کا انعام اب تمہیں نہیں ملے گا۔ گویا اس چھوٹے سے فقرہ میں آپ نے انصار کے دل میں یہ سبق پختہ طور پر جما دیا کہ اگر قومی طور پر مضبوط ہونا چاہتے ہو اور ترقی کرنا چاہتے ہو تو اپنے کمزور ساتھیوں کو بھی اپنے ساتھ سنبھال کر چلو ورنہ ایک حصہ کا وبال دوسرے حصہ کو بھی اٹھانا پڑے گا۔ اور اسی فقرہ میں آپ نے یہ بھی بتادیا کہ تم نے میرا دامن پکڑ کر دنیا کی نعمتوں کا لالچ کیا اب تمہیں دنیا کی نعمتوں سے ہاتھ دھو بیٹھنا چاہیئے مگر چونکہ خیالات کی اس رو کے ساتھ فوراً یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ گویا انصار کی جماعت خدائی انعامات سے محروم رہی۔ اس لئے آپؐ نے ساتھ ہی اس کا ازالہ فرمادیا کہ نہیں۔ ایسا نہیں بلکہ خدا انہیں آخرت میں انعامات کا وارث بنائے گا۔ اور چونکہ اصل زندگی آخرت ہی کی زندگی ہے اس لئے اگر آخرت میں انعامات مل جائیں تو دنیا کی محرومی چنداں قابل لحاظ نہیں ہے۔ آپؐ کے اس فقرہ میں یہ مزید لطافت ہے کہ گو آپؐ کا اصل منشاء اس موقع پر انصار کو تنبیہ کرنا تھا۔ لیکن آپؐ نے انعام کے حصہ کو تو صراحت کے ساتھ لفظوں میں بیان فرمادیا۔ مگر سزا اور محرومی کے مفہوم کو لفظوں میں نہیں بیان کیا۔ بلکہ بین السطور رکھا یعنی یہ نہیں فرمایا کہ اب تمہیں دنیا میں حکومت کا انعام نہیں ملے گا۔ بلکہ صرف اس قدر فرما کر خاموش ہوگئے کہ اچھا اب تم مجھے آخرت میں ملنا مگر چونکہ یہ ایک توبیخ کا موقعہ تھا آپؐ نے یہ بات نہیں کھولی کہ آخرت میں تم خدائی انعامات سے بہت بڑا حصہ پاؤ گے۔ بلکہ صرف اس قدر فرمانے پر اکتفا کی۔ کہ مجھے حوضِ کوثر پر ملنا۔ یعنی اس حوض پر میرے پاس آنا۔ جہاں ہر انعام اور ہر خوبی اپنی انتہائی کثرت میں پائی جائے گی۔ جس میں اشارہ یہ تھا کہ دنیا کی محرومی کی تلافی آخرت کے انعاموں کی کثرت سے ہوجائے گی۔ یہ صحرائے عرب کے اس اُمّی نبیؐ کا کلام ہے جو ظاہری علم کے لحاظ سے ابجد تک سے بے بہرہ تھا۔

ایک اور موقعہ کی مثال

مشیّت ایزدی کے ماتحت ایک جنگ میں مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی اور کئی صحابی میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ بعد میں یہ لوگ شرم کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہیں آتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواُن کو مسجد کے کونے میں منہ چھپائے تاریکی میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ تو پوچھا تم کون ہو۔ وہ شرم سے پانی پانی ہورہے تھے رو کر عرض کیا۔ نَحْنُ الْفَرَّارُوْنَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ، ہم بھگوڑے ہیں۔ یارسول اللہ آپؐ نے بے ساختہ فرمایا۔ بَلْ اَنْتُمُ الْکَرَّارُوْنَ ’’نہیں نہیں تم بھگوڑے نہیں ہو۔ تم تو دوبارہ حملہ کے لئے تیار بیٹھے ہو۔‘‘ اللہ اللہ کیا شان ہے! میدان جنگ سے بھاگے ہوئے سپاہی ندامت میں ڈوبے جارہے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ ہم آپؐ کو کیا مونہہ دکھائیں۔ ہم تو میدان میں پیٹھ دکھا چکے ہیں۔ آپؐ دیکھتے ہیں۔ کہ ان کی ہمتیں گری جاتی ہیں۔ فوراً فرماتے ہیں کہ تم بھگوڑے کہاں ہو تم تو دوبارہ حملہ کرنے کے لئے پیچھے ہٹ آئے ہو۔ اور ابھی میرے ساتھ ہوکر پھر جنگ کے لئے نکلو گے اور اس ایک لفظ سے گرے ہوئے پست ہمت سپاہی کو اس کی پستی سے اٹھا کر کسی بلندی پر پہونچادیتے ہیں!

(مطبوعہ الفضل ۲۶ نومبر ۱۹۳۳ء)

مرسلہ: ظہیر احمد خان۔شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن

”بنیادی مسائل کے جوابات“

بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

قسط نمبر 4

سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مختلف وقتوں میں اپنے مکتوبات اور ایم ٹی اے کے مختلف پروگراموں میں بنیادی مسائل کے بارہ میں جو ارشادات مبارکہ فرماتے ہیں، ان میں سے کچھ افادۂ عام روزنامہ الفضل لندن آن لائن میں شائع کئے جا رہے ہیں۔

سوال:۔ ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں بعض احادیث جن میں مردوں کیلئے لوہے کی انگوٹھی پہننے کی ممانعت آئی تھی، پیش کر کے اس مسئلہ کے بارہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے راہنمائی چاہی، اور اس ضمن میں نوجوان لڑکوں کے فیشن کے طور پر ہاتھوں میں کڑے وغیرہ پہننے کا بھی ذکر کیا۔حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مؤرخہ 14 دسمبر 2016ء میں اس سوال کا درج ذیل جواب عطاء فرمایا:

جواب:۔ میں نے اس بارہ میں تحقیق کروائی ہے۔ آپ کی ارسال کردہ احادیث سنن ابی داؤد میں بیان ہوئی ہیں جبکہ صحیح بخاری میں بعض ایسی احادیث ملتی ہیں جن میں ذکر ہے کہ حضور ﷺ نے ایک صحابی سے فرمایا تھا کہ وہ لوہے کہ انگوٹھی حق مہر کے طور پر دے کر عورت سے نکاح کر لے۔ اسی طرح سنن ابی داؤد میں یہ احادیث بھی موجود ہیں کہ حضور ﷺ کی اپنی انگوٹھی لوہے کی تھی جس پر چاندی لپٹی ہوئی تھی۔

مذکورہ بالا احادیث کی تشریح میں علمائے احادیث نے یہ بھی لکھا ہے کہ لوہے کی انگوٹھی کی کراہت والی حدیث ضعیف ہے، نیز یہ کہ اگر لوہے کی انگوٹھی پہننا حرام ہوتا تو جس طرح حضور ﷺ نے مرد کیلئے سونا پہننا منع فرمایا ہے اسی طرح لوہے کے پہننے کی بھی واضح طور پر ممانعت بیان فرماتے۔

البتہ نوجوان لڑکوں کا ہاتھوں میں کڑے وغیرہ پہننا تو ویسے ہی ناپسندیدہ فعل ہے اس لئے آپ نے جو اس بارہ میں لڑکوں کو توجہ دلائی ہے، بہت اچھا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی بہترین جزاء عطاء فرمائے۔ آمین

سوال:۔ ایک مربی صاحب نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں تحریر کیا کہ عیدین کے مواقع پر بعض لوگ مساجد میں آکر عید سے پہلے یا بعد میں نوافل ادا کرتے ہیں۔ اس بارہ میں راہنمائی کی درخواست ہے۔ اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مؤرخہ 14 اکتوبر 2017ء میں ان مربی صاحب کو جو جواب اور اس مسئلہ کے بارہ میں انتظامیہ کو جو ہدایت عطاء فرمائی، وہ حسب ذیل ہے۔ حضور انور نے فرمایا:

جواب:۔ نماز عید سے پہلے نوافل کی ادائیگی منع ہے جیسا کہ احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے لیکن بعد میں اگر وقت ممنوعہ شروع نہ ہوا ہو تو گھر جا کر نوافل پڑھے جا سکتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

میں نے جنرل سیکرٹری صاحب کو بھی ہدایت کر دی ہے کہ جو لوگ عید والے دن نماز عید سے قبل مساجد میں آکر نوافل ادا کرنا شروع کر دیتے ہیں انہیں اس کی ممانعت کی بابت توجہ دلانے کیلئے نماز عید سے قبل مساجد میں باقاعدہ اعلان کروایا کریں۔

سوال:۔ ایک دوست نے عیدین کی نماز کے واجب ہونے نیز عید کی نماز میں امام کے کسی رکعت میں تکبیرات بھول جانے اور اس کے تدارک میں سجدہ سہو کرنے کے بارہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں راہنمائی فرمانے کی درخواست کی۔حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 21 نومبر 2017ء میں اس سوال کا جو جواب عطاء فرمایا وہ حسب ذیل ہے۔حضور انور نے فرمایا:

جواب: عیدین کی نماز سنت مؤکدہ ہے۔ حضور ﷺ نے ایسی خواتین جن پر ان کے خاص ایام ہونے کی وجہ سے نماز فرض نہیں، انہیں بھی عید گاہ میں آکر مسلمانوں کی دعا میں شامل ہونے کا پابند فرمایا ہے۔

اور جہاں تک امام کے تکبیرات بھول جانے کا سوال ہے تو ایسی صورت میں مقتدی اسے یاد کروا دیں لیکن مقتدیوں کے یاد کروانے کے باوجود اگر امام کچھ تکبیرات نہ کہہ سکے تو مقتدی امام کی ہی اتباع کرتے ہوئے عید کی نماز ادا کریں۔ تکبیرات بھولنے کے نتیجہ میں امام کو سجدہ سہو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

سوال:۔ حکومتی بینکوں میں رقم جمع کروانے اور اس رقم پر ملنے والے منافع کو ذاتی استعمال میں لانے کے بارہ میں محترم ناظم صاحب دارالافتاء ربوہ کے ایک استفسار پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مؤرخہ 12 نومبر 2017ء میں درج ذیل جواب عطاء فرمایا۔ حضور انور نے فرمایا:

جواب:۔ اس مسئلہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے عہد خلافت میں جو فیصلہ ہوا تھا، میرا موقف بھی اسی کے مطابق ہے۔

(نوٹ از ناقل:۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے عہد خلافت میں اس مسئلہ پر ہونے والا فیصلہ درج ذیل ہے:

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے عہد خلافت میں صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی طرف سے اس مسئلہ پر درج ذیل سفارشات حضورؒ کی خدمت اقدس میں پیش کی گئیں:

صدر انجمن احمدیہ بینکوں میں جمع شدہ رقوم پر کسی قسم کا سود نہیں لے رہی۔ اور نہ ہی P.F کی رقم ایسے بینکوں میں جمع کرائی جارہی ہے، جن کا کاروبار یا ذریعہ آمدنی سود پر مبنی ہو۔ بلکہ حکومت کی قومی بچت کی سکیموں کے تحت قومی ادارہ میں لگائی گئی ہیں۔ یہ ادارہ اپنے سرمایہ کو قومی رفاہی کاموں میں لگاتا ہے (نہ کہ سودی کاروبار پر) اس کے نتیجہ میں معیشت میں ترقی ہوتی ہے اور روزگار کے زیادہ مواقع پیدا ہوتے ہیں جو حکومت کے Revenue میں اضافہ کا باعث بنتے ہیں۔ اس طرح حکومت اپنے Depositor کو بھی اپنے منافع میں شریک کر لیتی ہے جسے حکومت منافع کا نام دیتی ہے۔ جب Depositor کو اپنی رقوم کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ رقم واپس بھی لے لیتا ہے۔

بینک اور قومی بچت سکیموں کے اس فرق کی بناء پر ہی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اس قومی ادارہ میں P.F کی رقم لگائی گئی ہے۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے بلال فنڈ اور تزکیہ اموال فنڈ کی رقوم بچت سکیموں میں لگائی گئی ہیں۔

مفتی سلسلہ احمدیہ (حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحبؒ) کے نزدیک بھی حکومت نے جو بچت کی سکیمیں جاری کی ہوئی ہیں ان میں حصہ لیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ انہوں نے تحریر کیا ہے:

”اگر کوئی چاہے تو حکومت نے بچت کی جو اسکیمیں جاری کی ہوئی ہیں ان میں حصہ لے سکتا ہے اور ان میں جو منافع ملتا ہے اسے اپنے استعمال میں لا سکتا ہے۔“

علاوہ ازیں پاکستان میں اس وقت کوئی متبادل نظام یا محفوظ ادارے موجود نہیں جن میں اطمینان کے ساتھ سرمایہ لگایا جا سکے۔ جہاں سرمایہ محفوظ ہو، نفع بخش ہو یا نفع بخش نہیں تو کم از کم وقت گزرنے کے ساتھ روپیہ کی قیمت میں آنے والی کمی سے سرمایہ متاثر نہ ہو۔ (اس لئے بینکوں میں روپیہ جمع کرانے کی بجائے جہاں روپیہ ہی کے لین دین کا واضح سودی کاروبار ہوتا ہے، ان سکیموں میں روپیہ لگایا گیا ہے، جن میں سرمایہ کو رفاہی تعمیری کاموں پہ خرچ کرنے کی وجہ سے حکومت سود سے پاک قرار دیتی ہے۔ یا کم از کم وہ بینکوں کی نسبت یقینی سودی کاروبار نہیں کرتیں)

ایک ممکنہ شکل یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جماعت اپنے سرمایہ سے خود ایسے کاروباری منصوبے جاری کرے جو یقینی طور پر سود کی آلائش سے پاک ہوں۔ مگر ملک کی موجودہ فضا جس میں سے جماعت گزر رہی ہے، ایسی سرمایہ کاری کیلئے سر دست موافق نہیں۔

اس طرح گویا قومی بچت سکیموں میں سرمایہ کاری ایک اضطرار کا رنگ رکھتی ہے جس کے برعکس کوئی متبادل نظام سرمایہ کاری کا ملک میں موجود نہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی ان سفارشات کو مؤرخہ 13 اگست 1987ء کو منظور کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

”ٹھیک ہے۔“

سوال:۔ ایک خاتون نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں لونڈیوں کے بارہ میں تفسیر کبیر میں بیان حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا موقف تحریر کر کے اس مسئلہ پر مزید روشنی ڈالنے کی درخواست کی نیز لجنہ اماء اللہ پاکستان کی علمی ریلی کے موقعہ پر دکھائی جانے والی ایک دستاویزی فلم میں ایک ڈیڑھ منٹ تک میوزک بجنے کی شکایت بھی کی۔حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان امور کا اپنے مکتوب مؤرخہ 21 فروری 2018ء میں درج ذیل جواب عطاء فرمایا۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

جواب:۔ لونڈیوں سے نکاح کی بابت آپ کا موقف تفسیر کبیر میں بیان حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی بیان فرمودہ تفسیر کے مطابق بالکل درست ہے۔ اور یہی موقف حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کا بھی تھا کہ لونڈیوں سے نکاح ضروری ہے۔

قرآن کریم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں میرا بھی یہی موقف ہے کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں جبکہ دشمن اسلام مسلمانوں کو طرح طرح کے ظلموں کا نشانہ بناتے تھے اور اگر کسی غریب مظلوم مسلمان کی عورت ان کے ہاتھ آجاتی تو وہ اسے لونڈی کے طور پر

اپنی عورتوں میں داخل کر لیتے تھے۔ چنانچہ جَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا کی قرآنی تعلیم کے مطابق ایسی عورتیں جو اسلام پر حملہ کرنے والے لشکر کے ساتھ ان کی مدد کیلئے آتی تھیں اور اُس زمانہ کے رواج کے مطابق جنگ میں بطور لونڈی کے قید کر لی جاتی تھیں۔ اور پھر دشمن کی یہ عورتیں جب تاوان کی ادائیگی یا مکاتبت کے طریق کو اختیار کر کے آزادی بھی حاصل نہیں کرتی تھیں تو ایسی عورتوں سے نکاح کے بعد ہی ازدواجی تعلقات قائم ہو سکتے تھے۔ لیکن اس نکاح کیلئے اس لونڈی کی رضامندی ضروری نہیں ہوتی تھی۔ اسی طرح ایسی لونڈی سے نکاح کے نتیجہ میں مرد کیلئے چار شادیوں تک کی اجازت پر کوئی فرق نہیں پڑتا تھا یعنی ایک مرد چار شادیوں کے بعد بھی مذکورہ قسم کی لونڈی سے نکاح کر سکتا تھا۔ لیکن اگر اس لونڈی کے ہاں بچہ پیدا ہو جاتا تھا تو وہ ام الولد کے طور پر آزاد ہو جاتی تھی۔

دوسرا نکتہ نظر جس کے مطابق مسلمانوں پر حملہ کرنے والے دشمن کے لشکر میں شامل ایسی عورتیں جب اُس زمانہ کے رواج کے مطابق مسلمانوں کے قبضہ میں بطور لونڈی کے آتی تھیں تو ان سے ازدواجی تعلقات کیلئے رسمًا کسی نکاح کی ضرورت نہیں ہوتی تھی، بھی غلط نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بعض اور مواقع پر ایسی لونڈیوں کے بارہ میں جواب دیتے ہوئے اس موقف کو بھی بیان فرمایا ہے۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی بعض مجالس عرفان میں اور درس القرآن میں لونڈیوں کے مسئلہ کی تفسیر کرتے ہوئے اسی موقف کو بیان فرمایا ہے کہ ان لونڈیوں سے ازدواجی تعلق استوار کرنے کیلئے رسمًا کسی نکاح کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔

یہاں پر میں اس امر کو بھی بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ قرآن کریم کے ایسے امور کی تفسیر جن کا زمانہ ماضی سے تعلق ہو، ان میں خلفاء کی آراء کا مختلف ہونا کوئی قابل اعتراض بات نہیں بلکہ یہ ہر خلیفہ کا اپنا اپنا فہم قرآن ہے اور خلفاء کا آپس میں ایسا اختلاف جائز ہے۔

جیسا کہ میں نے بیان کیا کہ میرا موقف اس معاملہ پر یہی ہے کہ دشمن کی ایسی عورتوں سے ازدواجی تعلق کیلئے نکاح کی ضرورت ہوتی تھی اور میرے اس دور میں یہی جماعتی موقف متصور ہوگا۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ آنے والا خلیفہ میرے اس موقف سے اختلاف کرے۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو اُس وقت وہی جماعتی موقف متصور ہوگا جو اُس وقت کے خلیفہ کا ہوگا۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ اس زمانہ میں کہیں کوئی ایسی جنگ نہیں ہو رہی جو اسلام کو مٹانے کیلئے لڑی جا رہی ہو اور اس میں مسلمان عورتوں سے ایسا سلوک کیا جا رہا ہو کہ انہیں لونڈیاں بنایا جا رہا ہو اس لئے اب اس زمانہ میں مسلمانوں کیلئے بھی ایسا کرنا ناجائز اور حرام ہے۔

آپ نے اپنے خط میں دوسری شکایت یہ لکھی ہے کہ لجنہ اماء اللہ کی علمی ریلی کے موقع پر ایک دستاویزی فلم کے شروع میں ایک ڈیڑھ منٹ کا میوزک چلایا گیا۔

جیسا کہ آپ نے تحریر کیا ہے کہ یہ ایک دستاویزی فلم تھی۔ چونکہ یہ دستاویزی فلم تھی جو ہم نے تیار نہیں کی بلکہ اس فلم کو بنانے والے نے اس میں میوزک شامل کیا تھا۔ ہم اسے کیسے اس فلم میں سے کاٹ سکتے ہیں؟ لہٰذا اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ دراصل یہ حدیث میں بیان حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق دجال کا وہ دھواں ہے جس سے بچنا ناممکن ہے۔

جہاں تک ہمارے اپنے تیار کردہ پروگراموں یا ہمارے ایم ٹی اے کا معاملہ ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایم ٹی اے بھی اور ہمارے تیار کردہ تمام پروگرام بھی میوزک سے بکلی پاک ہوتے ہیں اور ان میں ایسی کوئی غیر شرعی بات نہیں ہوتی۔ اور یہ وہ نمونہ ہے جسے دین حق کے طور پر پیش کیا جانا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہی اسلامی نمونہ ایم ٹی اے کے تمام پروگراموں میں ہر جگہ پیش کیا جاتا ہے۔

سوال: حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ طلباء جامعہ احمدیہ انڈونیشیا کی مؤرخہ 6 نومبر 2020ء کو ہونے والی Virtual ملاقات میں ایک طالبعلم نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ اس زمانہ میں بہت سے لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں استہزاء کرتے ہیں، ہماری طرف سے ان کا جواب کس طرح ہونا چاہیے۔ اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خود فرما دیا کہ انی مہین من اراد اھانتک۔ جو لوگ تیری اہانت کرتے ہیں، میں ان کی اہانت کروں گا۔ چاہے وہ ان کو اس دنیا میں ذلیل کرے یا مرنے کے بعد وہ ذلیل ہوں۔ یا ان کی اولادیں ذلیل ہوں۔ جو تو جان بوجھ کے مذاق کرتے ہیں، ان کو تو اللہ تعالیٰ آپ ہی نپٹے گا۔ لیکن ہماری Response اس میں یہی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی ہے کہ تم نے صبر سے کام لینا ہے۔ اور کسی سخت آدمی کا جواب سختی سے نہیں دینا۔ تم نے لڑائی نہیں کرنی۔ بے شک میری محبت تم پر بڑی غالب ہے لیکن تم نے لڑائی نہیں کرنی۔ دیکھو! آجکل ہمیں سب سے زیادہ پیارے تو آنحضرت ﷺ ہیں نا؟ مسیح موعود علیہ السلام سے بھی زیادہ ہمیں پیارے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اور آجکل دیکھو فرانس میں اور بعض یورپین ملکوں میں ان کے خاکے بنا کے مذاق اڑایا جاتا ہے۔ اس پہ ہماری Response کیا ہے؟ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم رسول کریم ﷺ پہ زیادہ سے زیادہ درود بھیجیں۔ اور جب ہم رسول کریم ﷺ پہ درود بھیجتے ہیں تو آل محمد پہ درود بھیجتے ہیں۔ آل محمد بھی اس میں شامل ہو جاتی ہے۔ اور رسول کریم ﷺ کی سب سے بڑی آل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ آپ وہ ہیں جو ان کے سب سے زیادہ آل میں شمار ہو سکتے ہیں۔ اس لئے ہمارا کام یہ ہے کہ جب لوگ مذاق اڑاتے ہیں تو ہم درود پڑھیں۔ پہلی بات تو یہ ہے۔ چاہے وہ رسول کریم ﷺ کا مذاق ہو یا آپ کے غلام مسیح موعودؑ کا ہو۔ ہمیں چاہیے کہ درود پڑھا کریں۔ نمبر دو یہ کہ اپنے نمونے ایسے بنائیں کہ مذاق اڑانے والے خود بخود خاموش ہو جائیں۔ وہ دیکھیں کہ ہم مذاق اڑاتے ہیں لیکن یہ لوگ تو حقیقی اسلام کی تعلیم ہمیں بتاتے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جو پیار اور محبت کو پھیلاتے ہیں۔ ہم ان سے نفرت کی بات کرتے، یہ ہم سے پیار کی بات کرتے ہیں۔ قرآن شریف میں بھی یہی لکھا ہے کہ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ۔ تم اگر صحیح طرح اخلاق سے پیش آؤ گے تو وہ جو تمہارے دشمن ہیں وہ تمہارے جانثار دوست بن جائیں گے۔ اس لئے ہماری Response یہی ہے کہ ہم خاموشی سے اپنے عمل ٹھیک کریں، اپنی حالتوں کو بہتر کریں، اللہ تعالیٰ کے آگے جھکیں۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی حالتوں کو بہتر کرے اور اگر اللہ کے نزدیک ان لوگوں کی حالت بہتر نہیں ہونی تو پھر اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں سے نجات دے اور ان کے منہ بند کر دے تا کہ یہ ہمارے پیاروں کا مذاق نہ اڑائیں۔ نہ حضرت مسیح موعودؑ کا اور اس سے بڑھ کر نہ رسول پاک ﷺ کا مذاق اڑائیں۔ اور ہم خوشیاں دیکھنے والے ہوں۔ اس دنیا میں جب رسول پاک ﷺ کی عزت قائم ہوتی ہے تو ہمیں خوشی ہوتی ہے۔ جب مسیح موعود علیہ السلام جو رسول پاک ﷺ کے غلام ہیں، ان کی عزت قائم ہوتی ہے تو ہمیں خوشی ہوتی ہے۔ تو ہمیں دعا کرنی چاہیے کہ ہم ان لوگوں کی عزت کو قائم ہوتا دیکھیں تا کہ ہمیں خوشی پہنچے۔ اللہ سے مانگنا ہے۔ ہم نے خود نہ ڈنڈا پکڑنا ہے، نہ رائفل پکڑنی ہے، نہ توپ پکڑنی ہے اور نہ چھرا پکڑنا ہے۔ کچھ نہیں کرنا۔ ہم نے اللہ کے آگے جھکنا ہے۔ اپنی حالتوں کو بہتر کرنا ہے اور درود شریف زیادہ سے زیادہ پڑھنا ہے۔

سوال: اسی ملاقات مؤرخہ 6 نومبر 2020ء میں ایک طالبعلم نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ ہم انشاء اللہ میدان عمل میں جا رہے ہیں۔ وہاں پہنچ کر ایک مربی کا سب سے پہلا کام کیا ہونا چاہیے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس سوال کا جواب عطاء فرماتے ہوئے فرمایا:

جواب: وہاں پہنچ کے پہلے تو دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس جگہ جہاں میری پوسٹنگ ہوئی ہے، مجھے صحیح طور پر ایمانداری سے، اخلاص سے، وفا سے کام کرنے کی توفیق دے۔ ٹھیک ہے! دعا کریں۔ اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق بڑھائیں۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ ہمارے کام دعاؤں سے ہوتے ہیں۔ اس لئے ہر مربی اور مبلغ جب میدان عمل میں جاتا ہے تو اس کو چاہیے کہ یہ عہد کرے کہ آج کے بعد سے میں نے تہجد کی نماز کبھی نہیں چھوڑنی، باقاعدہ پڑھوں گا۔ آپ کے بہت سارے مبلغین فوت ہوتے ہیں، ان کی تاریخ میں بیان کرتا ہوں، تو میں کہتا ہوں کہ وہ تہجد باقاعدہ پڑھنے والے تھے۔ ہر مربی کو کم از کم ایک گھنٹہ روزانہ تہجد پڑھنی چاہیے۔ اس میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے کام میں برکت ڈالے۔ پھر پانچ نمازیں جو ہیں، جو آپ کا سینٹر ہے یا مسجد ہے اس میں اگر آپ وہاں موجود ہیں تو مسجد میں جائیں اور پانچ نمازیں باقاعدگی سے باجماعت ادا کروائیں۔ پھر ہر احمدی جو ہے اس سے اپنا ذاتی تعلق پیدا کریں۔ اگر احمدیوں میں آپس میں رنجشیں ہیں، ناراضگی ہے، کسی کی ناراضگی جو دوسرے کے ساتھ ہے، اس کو آپ نے دور کرنا ہے۔ لوگوں کو سمجھائیں کہ ہم مومن ہیں اور مومن بھائی بھائی ہوتے ہیں۔ وہاں صلح اور صفائی سے ہر ایک احمدی کو رہنے کی طرف توجہ دلائیں۔ اور کسی قسم کی ناراضگی اگر ہے تو اس کو دور کر دیں۔ ہر ایک سے ذاتی تعلق ہو اور لوگ جو ہیں وہ آپ سے ذاتی تعلق رکھنے والے ہوں، آپ سے پیار کرنے والے ہوں اور آپ لوگوں سے پیار کرنے والے ہوں۔ اس طرح جب آپ کوئی بات ان کو کہیں تو وہ آپ کی بات مانیں۔ اسی طرح خلیفۂ وقت سے باقاعدہ تعلق رکھیں۔ اپنی ماہانہ رپورٹ جو بھیجتے ہیں، اس کے علاوہ ایک مہینہ میں ایک ذاتی خط مجھے لکھا کریں تا کہ پتہ لگے کہ مربی صاحب کیسا کام کر رہے ہیں۔ اور لوگوں میں بھی یہ چیز پیدا کریں کہ انہوں نے خلیفۂ وقت سے تعلق رکھنا ہے۔ جب سے انڈونیشن ڈیسک یہاں قائم ہوا ہے، کافی تعداد میں لوگ مجھے خط لکھتے ہیں، جو ترجمہ ہو کر آ جاتے ہیں۔ تو لوگوں کو توجہ دلایا کریں کہ وہ بھی خلافت سے تعلق رکھیں اور باقاعدگی سے ہر ہفتہ جو جمعہ کا خطبہ ہے وہ سنا کریں اور اس میں جو نصیحت کی بات ہوتی ہے، عمل کرنے والی باتیں ہوتی ہیں، ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ سب سے پہلے مربی صاحب خود اور پھر لوگ۔ ٹھیک ہے۔

رپورٹ مرتبہ واصف شہزاد مربی سلسلہ

جان و دلم فدائے جمالِ محمد است

محض اللہ تعالیٰ کے خاص فضل وکرم سے ماہ اکتوبر اور نومبر 2020ء میں جماعت احمدیہ مالی نے بانی اسلام حضرت اقدس محمد ﷺ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لیے ملک کے طول وعرض میں مختلف پروگرامز کیے۔ جس میں اسلام مخالف عالمی پر پیگنڈا کے باعث حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی اس نصیحت کو خاص طور پر مدنظر رکھا گیا۔ حضور نے فرمایا، جہاں ایک احمدی مسلمان اس بیہودہ گوئی پر کراہت اور غم و غصہ کا اظہار کرتا ہے، وہاں اپنے اپنے ملکوں میں اس سازش کے خلاف لوگوں کو اصل حقیقت سے آگاہ کرے اور آنحضرت ﷺ کی سیرت کے خوبصورت پہلو بیان کرے۔ اس کے لئے ہر طرح کے پروگرام کی پہلے سے بڑھ کر کوشش کریں سیمینار بھی ہوں، جلسے بھی ہوں..... تا ان لوگوں کو بتایا جائے کہ یہ طریق دنیا کا امن تباہ کر رہا ہے۔ (خطبات جمعہ 12 اور 19 اکتوبر 2012)

COVID-19 کے باعث گورنمنٹ کی طرف سے بڑے اجتماعات پر پابندی کی وجہ سے ملک کے تمام ریجنز کی شہری اور دیہی جماعتوں میں چھوٹے پیمانے پر جلسہ ہائے سیرت النبی ﷺ منعقد کئے گئے، جن کی کُل تعداد 82 تھی اور شاملین 12775 تھے۔ جن میں غیر از جماعت احباب کی بھی بڑی تعداد شامل تھی۔ علاوہ ازیں ریجن باماکو میں احمدی طلباء کے ساتھ سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے ایک سیمینار کا انعقاد کیا گیا جس میں کُل 34 طلباء نے شرکت کی۔ مالی میں موجود تمام جماعتی ریڈیوز پر اس حوالے سے لائیو پروگرامز بھی نشر کیے گئے جن کی تعداد 63 رہی۔

گوکہ مالی ایک اسلامی ملک ہے لیکن یہاں ایک چھوٹی سی تعداد عیسائیت کی بھی ہے، ریجن کائی (kayes) اور کیتا (kita) میں عیسائی کلیساؤں میں جماعتی وفود نے پادریوں سے ملاقات کی اور ان سے رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے خوبصورت پہلوؤں پر بات چیت کی نیز جماعتی کتب اور پمفلٹ بھی تحفتاً دیے۔

آج کی دعا

هُوَاللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَالرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۲۳﴾ هُوَاللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۲۴﴾ هُوَاللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ؕ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَالْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ﴿۲۵﴾

(سورۃ الحشر:23تا25)

ترجمہ: وہی اللہ ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ غیب کا جاننے والا ہے اور حاضر کا بھی۔ وہی ہے جو بِن مانگے دینے والا، بے انتہا رحم کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ وہی اللہ ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے، پاک ہے، سلام ہے، امن دینے والا ہے، نگہبان ہے، کامل غلبہ والا ہے، ٹوٹے کام بنانے والا ہے (اور) کبریائی والا ہے۔ پاک ہے اللہ اُس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔ وہی اللہ ہے جو پیدا کرنے والا۔ پیدائش کا آغاز کرنے والا اور مصوّر ہے۔ تمام خوبصورت نام اسی کے ہیں۔ اُسی کی تسبیح کر رہا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نہایت پیارے اور خوبصورت اسماء حسنیٰ کو بیان کرتی یہ عظیم الشان آیات ہمیں یہ تعلیم دیتی ہیں کہ اللہ ہر عیب سے پاک ہے۔ اس کے سواء کوئی معبود نہیں۔ صرف اس کی ذات ہی باقی رہنے والی ہے۔ اس کے قبضہ قدرت میں تمام بادشاہت ہے. سارے خوبصورت نام اور صفات اللہ ہی کی ہیں۔

قبولیتِ دعا کا ان اسماء حسنیٰ سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ بِهَا

(سورۃ الاعراف:181)

ترجمہ: اور اللہ ہی کے سب خوبصورت نام ہیں۔ پس اُسے ان (ناموں) سے پکارا کرو۔

مرسلہ: مریم رحمٰن

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں۔ غرض خدا تعالیٰ متقی کو اگر وہ اسی ابتدائی درجہ میں مر جاوے، تو اسی زمرہ میں داخل کر لیتا ہے“۔ فرماتے ہیں کہ ”اس لذت اور نعمت سے ابھی اس نے کچھ بھی نہیں پایا“۔ (جو نشانات دیکھ کر ملتی ہے)۔ ”لیکن پھر بھی وہ ایسی قوت دکھاتا ہے کہ نہ صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان ہی رکھتا ہے بلکہ اس ایمان کو اپنے عمل سے بھی ثابت کرتا ہے۔ یعنی یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ۔“ عمل یہ ہے کہ نمازوں پر قائم ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ ”تقویٰ کی اس حالت میں نمازوں میں بھی وسوسے ہوتے ہیں اور قسم قسم کے وہم اور شکوک پیدا ہو کر خیالات کو پراگندہ کرتے ہیں۔ باوجود اس کے بھی وہ نماز نہیں چھوڑتے اور نہیں تھکتے اور ہارتے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ چند روز نماز پڑھی اور ظنونِ فاسدہ اور خیالات پراگندہ دل میں گزرنے لگے۔ بدظنیاں پیدا ہونے لگ گئیں۔ گندے خیالات آنے لگ گئے۔ نماز چھوڑ دی اور ہار کر بیٹھ رہے۔ مگر متقی اپنی ہمت نہیں ہارتا۔ وہ نماز کو کھڑی کرتا، نماز گری پڑتی ہے، وہ بار بار اسے کھڑی کرتا ہے۔ تقویٰ کی حالت میں دو زمانے متقی پر آتے ہیں۔ ایک ابتلا کا زمانہ دوسرا اصطفا کا زمانہ۔ ابتلا کا زمانہ اس لئے آتا ہے کہ تا تمہیں اپنی قدر و منزلت اور قابلیت کا پتہ مل جائے اور یہ ظاہر ہو جائے کہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر راستبازوں کی طرح ایمان لاتا ہے۔ اس لئے کبھی اس کو وہم اور شکوک آ کر پریشان دل کرتے ہیں۔ کبھی کبھی خدا تعالیٰ ہی کی ذات پر اعتراض اور وہم پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ صادق مومن کو اس مقام پر ڈرنا اور گھبرانا نہ چاہئیے بلکہ آگے ہی قدم رکھے“۔ فرمایا کہ ”شیطان پلید کا کام ہے کہ وہ راضی نہیں ہوتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے منکر نہ کرا لے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے روگردان نہ کر لے۔ وہ وساوس پر وساوس ڈالتا رہتا ہے۔ لاکھوں کروڑوں انسان انہیں وسوسوں میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب کر لیں پھر دیکھا جائے گا۔ باوجود اس کے کہ انسان کو اس بات کا علم نہیں کہ ایک سانس کے بعد دوسرا سانس آئے گا بھی یا نہیں؟“ (مطلب یہ کہ دل میں جو وسوسہ پیدا ہوا ہے یا غلط خیال پیدا ہوا ہے وہ کر لو دیکھا جائے گا۔ پھر بعد میں اصلاح ہو جائے گی)۔ فرمایا کہ ”لیکن شیطان ایسا دلیر کرتا ہے کہ وہ بڑی بڑی جھوٹی امیدیں دیتا اور سبز باغ دکھاتا ہے۔ شیطان کا یہ پہلا سبق ہوتا ہے، مگر متقی بہادر ہوتا ہے اس کو ایک جرأت دی جاتی ہے کہ وہ ہر وسوسہ کا مقابلہ کرتا ہے۔ اس لئے یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ فرمایا، یعنی اس درجہ میں وہ ہارتے اور تھکتے نہیں اور ابتدا میں اُنس اور ذوق اور شوق کا نہ ہونا ان کو بے دل نہیں کرتا۔ وہ اسی بے ذوقی اور بے لطفی میں بھی نماز پڑھتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ سب وساوس اور اوہام دور ہو جاتے ہیں۔ شیطان کو شکست ملتی اور مومن کامیاب ہو جاتا ہے۔ غرض متقی کا یہ زمانہ سستی کا زمانہ نہیں ہوتا بلکہ میدان میں کھڑے رہنے کا زمانہ ہوتا ہے۔ وساوس کا پوری مردانگی سے مقابلہ کرے“۔

(الحکم جلد 5 نمبر 6 مورخہ 17/فروری 1901ء صفحہ 201)

(خطبہ جمعہ 20 اگست 2010)

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
GET IT ON Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

مرسلہ: ق۔س۔ا

مذہب اور لذّات

آجکل کے ترقی یافتہ معاشرے میں مذہب پر جو اعتراض اٹھائے جاتے ہیں ان میں ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ مذاہب ایسے تمام کاموں پر پابندی لگاتے ہیں جن سے انسان لذت اور سرور حاصل کرتا ہے مثلاً شراب، جوا، یا کھلے جنسی تعلقات وغیرہ نتیجۃً انسان خوشی اور مسرت سے آشنا نہیں رہتا اور زاہد خشک اور سخت دل ہوتا جاتا ہے۔

کیا یہ اعتراض درست ہے اور کیا واقعی مذاہب انسان کو سرور پہنچانے کے تمام راستے بند کرتے ہیں۔آیئے اس بات کا جائزہ لیتے ہیں۔

لذات کی کئی اقسام ہیں۔قدرت نے محسوس کرنے کے لیے انسان کو پانچ حواس عطا کئے ہیں جنہیں حواس خمسہ کہتے ہیں اور یہ پانچ حواس جن میں چکھنا۔سننا۔ دیکھنا۔سونگھنا اور لمس شامل ہیں انسان کی جسمانی لذات کو بھی محسوس کرتے ہیں اور تکالیف کو بھی ۔مثلاً اچھے کھانے کا ذائقہ زبان محسوس کرتی ہے اس سے لطف اٹھاتی ہے مگر کڑوی چیز کو زبان ناپسند کرتی ہے۔ کسی بھی مذہب میں مزے دار کھانا کھانے پر پابندی نہیں لگائی گئی ہے ہاں بعض ایسی غذاؤں پر پابندی ضرور لگائی ہے جوفرد اور معاشرے کے لیے نقصان کا موجب ہوسکتی ہیں۔مثلاً شراب ہے۔ یہ ایسی چیز ہے جسے انسان اگر چاہے تو استعمال کرے اور اگر چاہے تو نہ کرے اس کا ذائقے کی حِس سے ایسا تعلق نہیں ہے کہ اسے استعمال کرنا ضروری ہو اور اگر نہ استعمال کرے تو دکھ میں پڑ جائے۔ جولوگ شراب استعمال ہی نہیں کرتے انہیں نہ اسکے ذائقے کا تجربہ ہوتا ہے اور نہ سرور کا اور ان کی زندگی پر اسکے نہ استعمال کرنے سے نہ صرف کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ ان کی زندگی کئی پہلو سے شراب استعمال کرنے والوں سے زیادہ بہتر ہوتی ہے یہی حال دوسرے نشوّں کا ہے۔تمباکو نوشی نہ کرنے والا تمباکو نوشی کے اچھے یا بد اثرات کو محسوس ہی نہیں کرتا۔ تیز نشہ آور اشیاء مثلاً ہیروئین۔کوکین وغیرہ کو استعمال کرنے والے انہیں چھوڑ ہی نہیں سکتے حالانکہ ان کی صحت برباد ہوجاتی ہے اور معاشرے میں وہ بدحال لوگوں میں شمار ہوتے ہیں مگر نشہ کے ایسے عادی ہوجاتے ہیں کہ خواہ اپنا تن من بیچنا پڑے وہ اسے استعمال کئے بغیر رہ ہی نہیں سکتے۔ جبکہ انہیں نہ استعمال کرنے والے ان کے بد اثرات سے محفوظ رہتے ہیں تو کیا ہم کہہ سکتے ہیں نشئی پر پابندی لگانا مناسب نہیں بلکہ چونکہ وہ لذت اور سرور کے حصول کا ذریعہ ہیں اس لیے ان کی مدد اور حوصلہ افزائی کرنی چاہئیے؟

کوئی مہذب معاشرہ اس بات کی تائید نہیں کرے گا اور حکومتیں ایسے قوانین بنانے پر مجبور ہیں کہ یہ برائی آگے نہ پھیلے۔ پس لذات کا حصول بلا روک ٹوک اور بے محابہ نہیں ہوسکتا۔ اور کہیں نہ کہیں انسان کو ایک حد فاصل کھینچنی پڑتی ہے۔

سرور اور نشاط کی یہ کیفیات عارضی ہوتی ہیں اور کچھ وقت کے بعد ان کا اثر ختم ہوجاتا ہے۔ چنانچہ ان کے عادی افراد کو مسلسل انہیں استعمال کرنا پڑتا ہے۔اسی لیے نشے کے عادی افراد تمام زندگی اپنا وقت، صحت اور رقم اس عارضی سرور کو حاصل کرنے کے لیے برباد کرتے رہتے ہیں۔

انسان کے حواس خمسہ چونکہ خدا تعالیٰ نے ہی دویعت فرمائے ہیں اس لیے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ خود ودیعت کئے ہوئے حواس پر خود ہی بے جا پابندیاں لگادی جائیں۔ ہاں ان کی ایسی حدود مقرر کر دی گئی ہیں جس سے معاشرہ ان کے مثبت اثرات سے تو استفادہ کرتا ہے۔لیکن منفی اثرات سے بچ جاتا ہے۔ جیسے میں نے شراب اور دیگر نشہ آور اشیاء کی مثال دی ہے کہ یہ ایسی لذات ہیں جو معاشرے کا رخ مثبت طرف موڑنے کی بجائے منفی طرف موڑ دیتی ہیں۔یہی حال دیگر حواس کا بھی ہے مثلاً قوت شامہ ہے۔ کسی مذہب میں اچھی خوشبو کے استعمال سے نہیں روکا گیا۔ دیکھنے اور سننے کی قوت ہے۔اچھا نظارہ دیکھنا اور خوش آوازوں کا سننا کسی مذہب نے منع نہیں کیا۔

اسی طرح قوت لامسہ ہے۔اس میں لذت کی سب سے بڑی مثال میاں بیوی کے تعلقات ہیں۔ مذاہب نے نہ صرف انہیں منع نہیں کیا بلکہ حوصلہ افزائی کی ہے۔ہاں شادی سے باہر تعلقات منع کئے گئے ہیں جو بالآخر معاشرے کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

ذہنی لذات کا بھی یہی معاملہ ہے۔اس کے کئی پہلو ہیں آجکل دنیا میں اچھی موسیقی پسند کی جاتی ہے اور اچھے موسیقار معاشرے میں بہت اونچا مقام حاصل کرلیتے ہیں جن کی موسیقی سننے سے لوگ لذت اور سرور محسوس کرتے ہیں اور ان کے پروگراموں میں ہزاروں لوگ شامل ہوجاتے ہیں۔ان میں سب سے اچھا موسیقار وہ سمجھا جاتا ہے جو انسان کو لذت کے اس مقام تک لے جائے جہاں جذبات کے دباؤ سے لوگوں میں رقت پیدا ہوجائے مگر اس طور کی لذت کے حصول کا معاشرے پر کوئی مثبت نتیجہ اثر انداز نہیں ہوتا۔

سب سے بڑی ذہنی اور روحانی لذت محبت ہے اور تمام مذاہب محبت کا درس دیتے ہیں لیکن یہ لذت عارضی نہیں بلکہ تسلسل اور ہمیشگی ہوتی ہے اور اس کا تجربہ کار انسان ہمیشہ سرشاری کی کیفیت میں رہتا ہے۔یہ محبت اپنے جیسے انسانوں سے بھی ہوسکتی ہے اور خالق سے بھی۔ خالق سے محبت ایک اعلیٰ درجے کا جذبہ ہے جو لذات اور سرور کے اعلیٰ مدارج کا آئینہ ہے۔مخلوق سے محبت بھی اسی جذبے کا عکس ہے اس میں والدین کی اولاد سے محبت بے لوث جذبہ ہے۔اس کے علاوہ اپنے اہل خانہ سے محبت دوستوں سے محبت اور دیگر انسانوں بلکہ جانوروں سے محبت بھی ایسی سرور انگیز اور نشاط آور ہوتی ہے کہ روح اس سے عجیب طرح کی سرخوشی محسوس کرتی ہے۔

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام اس حوالہ سے فرماتے ہیں :۔

”لوگوں نے لذت نفس اور لذت روح میں فرق نہیں کیا اور دونوں کو ایک ہی چیز قرار دیا ہے۔ حالانکہ وہ دو مختلف چیزیں ہیں۔“

اس حوالہ سے آپ نے نماز کی لذت کا ذکر فرمایا ہے کہ جو لذت ایک عارف باللہ کو نماز میں حاصل ہوتی ہے اسکا ایک نفسانی لذت کا خواہش مند تصور بھی نہیں کرسکتا۔

اس حوالہ سے مزید فرماتے ہیں کہ:۔

”بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو نماز میں لذت نہیں آتی ۔مگر وہ نہیں جانتے کہ لذت اپنے اختیار میں نہیں ہے اور لذت کا معیار بھی الگ ہے۔ ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص اشد درجہ کہ تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے مگر وہ اس تکلیف کو بھی لذت ہی سمجھ لیتا ہے۔ دیکھو ٹرانسوال ﴿اس وقت ٹرانسوال کی جنگ جاری تھی﴾ میں جو لوگ لڑتے ہیں۔ باوجودیکہ اس میں جانیں جاتی ہیں اور عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہوتے ہیں۔ مگر قومی حمیت اور پاسداری ان کو ایک لذت اور سرور کے ساتھ موت کے منہ میں لے جارہی ہے۔“

﴿الحکم جلد 7 نمبر 8 صفحہ 1تا3 28 فروری 1903﴾

نیز فرمایا:۔

”پس میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ سے نہایت سوز اور ایک جوش کے ساتھ یہ دعا مانگنی چاہیے کہ جس طرح پھلوں اور اشیاء کی طرح طرح کی لذتیں عطا کی ہیں۔ نماز اور عبادت کا بھی ایک بار مزہ چکھادے ۔ کھایا ہوا یاد رہتا ہے۔ دیکھو اگر کوئی شخص کسی خوبصورت کو ایک سرور کے ساتھ دیکھتا ہے تو وہ اسے خوب یاد رہتا ہے۔“

﴿ملفوظات جلد اول 103﴾

دراصل جیسا کہ آپ نے فرمایا لذت کے معیار الگ الگ ہیں اور جسقدر انسانی طبیعت نفیس اور عمدہ ہوتی جاتی ہے۔ لذت کے معیار بہتر سے بہتر ہوتے جاتے ہیں۔ ایک غیر مہذب انسان کو گندگی سے کراہت نہیں آتی ۔ مگر ایک مہذب انسان کی طبیعت اسی گندگی کو دیکھ کر منقبض ہوجاتی ہے۔ جیسے ایک نشئی نشہ آور اشیاء کے حصول کے لیے اپنی جان بھی داؤ پر لگا دیتا ہے مگر ایک سمجھدار انسان اسے ترحم کی نظر سے دیکھتا ہے اور شکر کرتا ہے کہ وہ اسکی جگہ نہیں ہے۔

چنانچہ مذاہب انسان کو لذات سے منع نہیں کرتے بلکہ بہترین لذات کے حصول کا راستہ دکھاتے ہیں۔ جو بالآخر انسانی معاشرے میں سکون اور محبت کی فضا قائم کرتا ہے۔

☆...☆...☆

19جنوری2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:41	18:02
مدینہ منورہ	05:46	17:58
قادیان	06:03	17:51
ربوہ	05:43	17:31
اسلام آباد ٹلفورڈ	06:27	16:31